تابعیت و شخصیتِ امام اعظم

مولانا سید امیر علی

اور قسطلانیؒ نے شرح الصحیح کے باب من لم یرالوضوء الخ کے تحت میں لکھا کہ ابن ابی اوفی کا نام عبداللہ ہے جو کوفہ کے صحابہ میں سے سب سے پیچھے ۸۷ ہجری میں فوت ہوئے اور ان کے نابینا ہوجانے کے بعد ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ان کو دیکھا۔ ابن حجر مکی نے لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے چار کو ابوحنیفہ نے دیکھا اور بعض نے کم اور بعض نے زیادہ کہا اور چار صحابہ حضرت انس بن مالک وعبداللہ بن ابی اوفی وسہل بن سعد وابوالطفیل رضی اللہ عنہم ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ کسی صحابی کو نہیں دیکھا مگر زمانہ پایا ہے لیکن صحیح وہی قول اول ہے۔ اقول حضرت انسؓ کے دیکھنے پر ائمہ علماء مذکورین متفق ہیں پس ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تابعی ہونے کے لیے اس قدر کافی ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جملہ اقوال اجتہادی نصوص قطعیہ ہوجائیں جیسا کہ بعض نادانوں نے گمان کیا اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ جن اکابر کے تابعی صاحب روایت وسماعت وکثرت ملازمت ہونے پر اتفاق ہے ان پر یہ اجماع نہیں ہے بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی ایسا اجماع نہیں ہے اور یہ امر واضح ہے اس کا منکر کوئی صاحبِ ہوا وہوس اور مجادل متبع ہی ہوگا جو جناب الٰہی میں خلوص نیت وطلبِ آخرت نہیں رکھتا اور اپنی ناقص رائے سے دین الٰہی عزوجل میں فتنہ ورخنہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور یہ جو کہا گیا کہ تابعی ہونے کے لیے روایت یا سماعت شرط ہے تو یہ قول مرجوح وغیر مختار ہے۔ **قال الشیخ ابن حجر فی نخبۃ الفکر وھوای التابعی من لقی الصحابی**۔ تابعی وہ ہے جس نے صحابی سے ملاقات پائی ہو۔ قال ہذا ہوالمختار۔ یعنے یہی مختار ہے اور قاریؒ نے شرح الشرح میں کہا کہ عراقی نے فرمایا کہ اسی پر اکثر علماء کا عمل ہے اور بیان کیا کہ یہی ظاہر حدیث یعنی قولہ **طوبی لمن رآنی ولمن رای من رآنی** سے متوافق ہے کیونکہ حدیث میں سوائے دیکھنے کے سماعت وروایت کچھ بھی شرط نہیں ہے قلت اصطلاح مذکور اگر غیر مرجوح بلکہ مختار تسلیم کی جائے تو اصطلاح حادث ہے اس سے عموم حدیث کی تخصیص مسلم نہیں ہے خصوص جبکہ دیدار آنحضرت ﷺ اہل الحق کے نزدیک خاصۃ نعمت بے بدل ہے اور کفار کے دیکھنے اور فضیلت سے محروم ہونے کا خلجان نہ کرنا چاہیے جبکہ اللہ تعالی

تو نے نہیں پھینکا جب کہ پھینکا تو نے پڑھا ہے، لیکن تو ایک جسم ہے اٹکل میں پھنسا رہ گیا ہے۔

نے ان کی بینائی کی نفی فرمائی بقولہ تعالیٰ تـرھـم یـنظرون الیک وھم لایبصرون ۔اسی لئے امت قطعی طور پر متفق ہے کہ ادنی اصحابی کے مرتبے کو کوئی اعلی درجہ کا ولی بھی نہیں پہونچ سکتا بلکہ حدیث صحیح کے مضمون سے قیاس کرو کہ زمین وآسمان بھر سونا خیرات کرنے کو کسی صحابی کے آدھے مدٗ جوٗ کے برابر نہیں فرمایا چنانچہ یہاں کسی قسم کی مساوات محال ہے فافہم ۔اوراگر کہا جائے کہ اصطلاح مذکور بنظر مقصود فن روایت ہے پس جسنے صحابی سے نہیں سنا وہ روایت نہیں کرسکتا تو رواۃ الدین میں شمار نہ ہوگا تو اس کو تسلیم کرنے میں مضائقہ نہیں ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عموم حدیث سے جو فضلیت ثابت ہوئی وہ بھی منتفی ہو۔

غایت آنکہ حدیث سے جو معنے ثابت ہوئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان کے موافق تابعی ہیں اور لوگوں کے اصطلاحی معنے پر تابعی نہیں ہیں اور یہ کچھ مضر نہیں ہے کیونکہ اصلی مقصود اتنا ہے کہ حدیث سے جو فضل تابعی ہے وہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو حاصل ہوا ۔والحمد للہ رب العالمین ۔اور عینی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے مسند الامام کی شرح میں اس کو ثابت کر دیا اور شاید یہ معنی برین قول کو بلوغ از شروط روایت نہیں ہے علی ماذکر فی الاصول ولیکن مرجع اس کا اسناد صحیح کیطرف ثبوت کے لیے تمام شرائط معتبرہ ضرور ہوگا و مـــا قیــل ان الـحـدیث لـعـلـه ثبـت عـنـدالاعـلـے باسنا د صحیح بدلیل انه استدل به علی الحکم والـضـعـف عـنـدالاسـفـل یـخـتـص بـاسـنـاده براونازل فلیس بشئی لانه لایفید القطع ومجرد الاحتمال لایکفیے وقد استدل محمدرحمه الله فی مؤطاه بآثار فی اسانیدهامن هـومـجـروح ومتـكـلـم فیـه عـلـی انـه لـلـمبتـد ع ان یقول قدثبت عندشیخی ماثبت هـذاالاعـتـقـاد ولولاه لماقال بذلک وبالجملة فهذا یفضی الی کثیر الفسادفی الدین فلیتامل فیه.

وقـدذكـرلـی ان شیـخـنـا الـمحقق البارع الهمام الزاهدالورع الصدوق الامین السیـد الدهلوی سلمه الله تعالی ینفی تابعیةالامام ولكنی لم اسمع منه شیئا فی ذلک ولاعثـرت عـلـی کـلامـه لاعـراضی عن مجادلات اصحاب الزمان لمارآیت طباعهم

هر کجا آب رواں غنچہ بود	ہر کجا اشک رواں رحمت بود

تمیل الی ما تھوی انفسھم وتعرض عن الآخرۃ فرایت الخمول اولی من الشمول فلو کان کماذکر لی لم یدخل علی من ذلک شئی فان الرضا بنفاق احد لیس من شان المومن فکیف بالشیخ الصالح البارع اذا الجزوم عندی ھو الثبوت فالقول بخلافه من جملة النفاق واماوجه الکلام ھھنا فغیر مصروف الیه رضی الله تعالی عنه.

پھر بعض نے امام اعظمؒ کے حافظ فقہ ہونے میں بھی وہم کیا۔ اور منشاء وہم ظاہرا انکا یہ زعم ہے کہ امام رحمہ اللہ حدیث میں قلیل البضاعہ تھے بنابرآنکہ تاریخ ابن خلدون میں مذکور ہے کہ امام کو فقط سترہ حدیثیں پہونچیں۔ اور یہ زعم کہ ان سے روایت حدیث جاری نہیں ہوئی اور یہ کہ بعض اہل حدیث نے ان پر طعن کیا۔ فمنھم من زعم انه کان سیئی الحفظ ومنھم زعم انه کان یسوغ الروایة بالمعنی وتقوہ بان بضاعته فی العربیة کانت مزجاۃ وغیرذلک من الترھات ولیکن ان میں سے کوئی بات بھی صحیح و محقق نہیں ہے چنانچہ ابن خلدون نے خود قلیل الحدیث کا قول متعصبین مبغضین کے نام سے منسوب کر کے لکھا اور رد کر دیا بقوله ولاسبیل الی ھذا المعتقد فی کبار الائمة لان الشریعة انما توخذ من الکتاب والسنة ۔ یعنے بزرگ اماموں کے حق میں ایسے اعتقاد کی کوئی راہ نہیں ہے کیونکہ شریعت تو کتاب الٰہی سبحانہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے لیجاتی ہے۔ حاصل یہ کہ جو کوئی قرآن وحدیث سے خوب آگاہ نہ ہو جیسے اجتہاد میں مشروط ہے وہ مجتہد کیونکر ہوگا حالانکہ امام رحمہ اللہ مجتہد مقدم ومسلم ہیں پھر یہ قول محض واہی ہے قال ویدل علی انه کبار المجتھدین فی علم الحدیث اعتماد مذھبه بینھم والتعویل علیه واعتبارہ فیما بینھم یعنی امام رحمہ اللہ کے بزرگ مجتہدین حدیث میں سے ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ان لوگوں نے امام کے اجتہاد پر اعتماد کیا اور ان کے درمیان معتبر رہا خواہ بطریق رد یا قبول۔ راقم کہتا ہے کہ امام کے فقیہ مجتہد ہونیکا انکار باوجود یکہ ان کے ہمعصر اہل اجتہاد کے شہادات مثبت موجود ہیں محض جدال ومکابرہ ہے اور حق سے چشم پوشی نہیں بلکہ روگردانی ہے اور یہ تسلیم کر لینے کے بعد ان کے حافظ الحدیث وآثار ہونے سے انکار گمراہی ہے یا جہالت ونادانی حالانکہ حافظ الطحاوی رحمہ اللہ کا اقرار ہے اور دیکھتے جاتے ہیں کہ حافظ ذہبی وابن حجر وغیرہما امام

رحمہ اللہ کی چار ہزار مشائخ کی شہادت دیتے ہیں وحافظ مزی وذہبی وابن حجر وغیرہم نے امام کو طبقہ حفاظ محدثین میں شمار کیا ہے اور شافعیؒ نے ہر فقیہ کو عیال ابی حنیفہؒ میں داخل کیا فکان الجهل عن معنے الفقه اعـمـه الطاعن او النصب اعماه ۔ اورذہبیؒ کے تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ ابوحنیفہؒ سے وکیع بن الجراح ویزید بن ہارون وسعد بن اصلت وابوعاصم وعبدالرزاق وعبیداللہ بن موسے وبشیر بن کثیر رحمہم اللہ نے روایت کی ہے میں کہتا ہوں کہ یہ اکابر اعلی درجہ کے ثقات ہیں جن سے صحیحین وغیرہ میں باصل اعتماد روایات ہیں وقال الذہبیؒ اور ابن معینؒ نے ابوحنیفہؒ کے حق میں فرمایا کہ لاباس بـه ولـم يكن متهما ۔بعض الافاضل رحمہم اللہ نے لکھا کہ ابن حجر وغیرہ نے تصریح کردی کہ ابن معین رحمہ اللہ کا یہ قول بمنزلہ لفظ توثیق ہے۔علی بن المدینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ ثقہ لاباس بہ تھے قـال و كـان شعبةؒ حسن الرای فيـه .يعنـے شعبـه رحمه الله امير المومنين فى الحديث على مافى جامع الترمذیؒ امام ابوحنیفہ کے حق میں اچھا اعتقاد رکھتے تھے وقال ایضا ابوحنیفہؒ سے سفیان ثوری وابن المبارک وحماد بن زید وہشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن عون نے روایت کی ہے۔میں کہتا ہوں کہ یہ سب بھی اکابر ثقات وائمہ حدیث سے ہیں اور بعضے مقبول مجتہد و ذكـر فـى الـمـغـنـى بعض هؤلاء رحمهم الله تعالى وقـدذكـر غيرواحد ان امام الجرح والتعديل الشيخ يحيى بن معين رحمه الله قدوثقه غيـر مـرة ۔اور مکیؒ نے ابن عبدالبر مالکیؒ سے نقل کیا کہ جن لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی اور ان کی توثیق کی وہ ایسے آدمیوں سے بہت زائد ہیں جنہوں نے ان پر طعن کیا۔ويـقـال ان الـخـطيب ضعفه وهـذا ليـس بشـئـى وقـدذكـرت ذلک للشيخ البارع الهمام الزاهد الورع الصدوق الامين السيـد الـدهـلـوى فـغـضـب وقـال مـالـلخطيب وتضعيف الامام هواذا احق بتضعيف نفسه .وتلک لطيفة حفظتها منه رضى الله عنه .ثم رايت البدر العينى رحمه الله قدسبقه اليها رحمه الله تعالى ۔اور جب تجھے معلوم ہو چکا کہ ائمہ حفاظ متقین مذکورین رحمہم اللہ تعالی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت وتوثیق کی تو کیا اب بھی حق پسند متدین متقی کے کان یہ سنیں گے کہ امام سئی الحفیظ تھے یا مجتہد مسلم مگر قلیل العربیۃ تھے...... والعجب کہ اصول وفروع میں تجرد وقت نظر و

☆ اذا كان رب البيت بالدف مولعا..........فشيمة اهل البيت كلهم رقص ☆

وسعت فکر وبدائع اسلوب ولطائف معانی جو دوسروں کو ان کے طفیل میں حاصل ہوتا ہے کیونکر آنکھیں بند کر کے بلا دلیل مناقض صریح کسی زبان مدعی کا دعوے تسلیم کر لینگے۔ہاں شاید یہ یقین کریں کہ مدعی خوف الٰہی سے عاری ونفس کا تابع کامل ہوا گرچہ اپنے کو علماء میں شمار کرے **ولکن لم ینتفع بعلمه ولیس هذا من علم الآخرة فی شیئ لاقلیلا ولا کثیرا.** رہا قلت روایت کا وہم تو یہ اس قدر سے دور ہوسکتا تھا کہ باوجود تقدم وفضل حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما۔کہ روایات حدیث ان سے بہت کم ہیں اور عجب کہ واہم کو ابوحنیفہؒ کی طرف بدگمانی کرنے کا ثمرہ ملا اور یہ نہیں کہ فضیلت وقبول الٰہی عزوجل جو عین مقصود ہے کثرت روایت وغیرہ کا نتیجہ نہیں ہوتا ورنہ خلفاء راشدین مہدیین رضی اللہ عنہم وعن الصحابہ اجمعین کو تقدم نہ ہوتا **وقد اشار الیه الامام مالک رحمه الله تعالی ان لیس العلم بکثرة الروایة ولکنه نور یضعه الله تعالی فی القلب**۔بھلا کوئی عالم بلکہ مومن گمان کرے گا کہ ادنی صحابی جو روایات مجموعہ میں سے شاید بہت کم جانتے تھے اس زمانہ کے متکلم ومحدث مفسر فقیہ اصولی جدلی وغیرہ طومار سے کم تھے ہرگز نہیں کیونکہ مومن سفیہ نہیں ہوتا۔یہاں مجھے ایک مسئلہ یاد آیا کہ کسی نے اپنی جورو کی طلاق پر قسم کھائی اگر فلان مومن مرد سفیہ ہو تو امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ مومن سفیہ نہیں ہوتا راقم کہتا ہے کہ یہ عمدہ استنباط ہے از قولہ تعالی **ومن یرغب عن ملة ابراهیم الامن سفه نفسه ﴿ الآیه ۔﴾**......... **فان المعنی لا احد یرغب عنها الا السفیه فمن لم یرغب عنها وهو المومن لیس بسفیه فلا یقع الطلاق** ۔اور واضح ہو کہ فلان مومن کو بصفت موصوف بیان کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ مومن ہونا نفس مسئلہ میں مقبول ہے ورنہ کسی مسلمان کا نام لینا اگرچہ ظاہر شرع میں مضر نہ ہو لیکن فی الواقع مخارج ہے کیونکہ بسا اوقات آدمی اپنے حق میں ایمان کا جزم کرتا ہے ولیکن کثرت غلبہ نفس وہوا سے اس کو نفاق کا تمیز نہیں ہوتا **اولاتری کثیرا من المتبدعة کیف تیقوه بانه مومن ولیس معه من الایمان الا الاسم** بلکہ مومن ہی نفاق سے خائف ہوتا ہے اور مطمئن منافق ہے کما روی عن الحسن البصری رحمہ اللہ باسناد صحیح۔اور بخاریؒ نے ایک جماعت سلف سے یہ خوف بروایت حسنؒ تعلیقا ذکر کیا اور باوجود اس فضل وکمال کے حضرت امیر المومنین

☆اگر زباغ رعیت ملک خوردسیبی .... برآورند غلامان او درخت از بیخ

عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے جن کو آنحضرت ﷺ نے منافقین بتلائے تھے قسم لی کہ میں تو ان میں سے نہیں ہوں حتی کہ انھوں نے تسکین کر دی. **فلم یعرف المومن من المنافق الامن عرفه الله تعالی وهم الصحابة رضی الله عنهم نحو قوله تعالی اولئک هم المؤمنون حقا وقوله اولئک هم الصادقون وقوله واولئک هم المفلحون وقوله لقد تاب الله علی النبی والمهاجرین والانصار الی قوله انه بهم رؤف رحیم** اس واسطے قولہ **فمارآه المؤمنون حسنا فهو عندالله حسن** الحدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے مومنون کی صحابہ رضی اللہ عنہم سے تفسیر فرمائی ہے اس واسطے کہ وہی بالقطع مومنین ہیں تو ان کے اجماع پر مومنین کا اجماع ہونا صادق ہے یہیں سے ظاہر ہوا کہ بعضے نادان جو اکثر اختراعات پر دس بیس ہزار یا کم وبیش مسلمانوں کا اتفاق کرنا مومنون کا اجماع حجت قرار دے کر بہتر تصور کرتے ہیں خطا بلکہ خطا در خطا ہے کیونکہ ان لوگوں میں سے کسی کے حق میں قطعی حکم مومن ہونے کا نہیں ہوسکتا جب تک کہ ایمان پر اس کا خاتمہ نہ ہو اور یہ بھی معلوم نہیں ہوسکتا اور ہو بھی تو پھر اجتماع متصور نہیں ہے **وهذا السالخ لعله لاتجد من غیرنا والله تعالی اعلم وعلمه اتم** اس مقام کو اللہ تعالی پر تقوے و دیانت کے ساتھ غور کر کے استقامت کے طریقہ سے محفوظ کر لینا چاہیے **وایاک ولجدال فانه دارعضال فاستغفر الله تعالی لی ولک نه هو الغفور الرحیم.**

مسئلہ اجتہاد یہ امام مذکورہ بالا سے ظاہر ہوا کہ قرآن مجید میں سے فقط آیات احکام جاننا جو مجتہد کے لیے مشروط ہے راقم کے نزدیک ناقص شرط ہے وکذافی جانب الحدیث ایضا اگرچہ مخالف اکثر علماء ہو بلکہ میرے نزدیک تبحر وتحفظ معانی تمام کلام الہی سبحانہ تعالی کا حتما اور اکثر از جانب سنن مع امثال وغیرہ بسبب تعذر جمیع کے ضرور ہے یا یہ مراد ہو کہ معانی آیات احکام واحادیث بالحاق معانی مقصودہ از قصص وامثال وغیرہ ہو مثلا قولہ تعالی **اذا قمتم الی الصلوة فاغسلو االآیه ......یعلم بان المعنی اذاردتم القیام حین کنتم غیر معذورین عن استعمال الماء ولافاقدین القدرة علیه ولاطاهرین عن هذا الحدیث فیتحقق بذلک من العذرماذکر فی التیمم ومماذاوجد ماء الغصب**

☆ اذامت عطشانافلانزل القطر............دنیاپس مرگ من، چہ دریاچہ سراب!

والماء المشکوک علی اجتهاد وماء لوتوضابه عطش ومماذکرفی حدیث عمررضی الله عنه عند مسلم من جمعه صلی الله علیه وسلم الصلوات من غیرتجدید الوضوء لکل واحد ومن مسح الخف مقام الغسل ومماإذاکان جنباوالماء یکفی لاحدهماومما اذا نسئی الماء فی رحله ومماإذاأخذ الاب مائه وغیر ذلک ممافیه تطویل ههنا بلاطائل لکونه استطراداً فلیتامل۔

اور یہ جوکہا گیا کہ امام رحمہ اللہ روایت بالمعنی کوحدیث کہتے تھے گویا اعتراض مع اعتذار ہے یعنی قلت روایت کا یہ سبب ہوا کہ امامؒ حدیث کو بالمعنی روایت کرنا جائز جانتے تھے۔ فان قلت هذالایختص بابی حنیفةؒ فان عامة الروایات انماهی بالمعنے کمافی علل الترمذی...... من قولهم انماهوالمعنے ارید به انه لم یتسیرلنا حفظ الفاظ الحدیث کماهی هی من لفظ وترکیب بل ربما وقع فیها تغیر یسیراوکثیر ولذلک یقال للروایة المتحدة مع الاخرے نحوه اوبمعناه والحافظ المتقن اعتماده علے احد هما ازید من الاخرے لکون اتقان رواتها اتقن من الاخری وذلک الامرتجده فی الصحاح اظهر منها فی روایات البخاری حیث اورد الروایة الواحدة بالفاظ ربما یختلف بها الاحکام اویستنبط من احد هما مالا یستنبط من الاخرے فیجعل کانهما روایتین والذی ظن ابی حنیفهؒ من تجویزه الروایة بالمعنے انما ارید بهاالحکم المستفاد منها بضرب من الاجتهاد فلو صح ذلک عنه لاشک فی عدم القبول لانه مع قطع النظر عن الاختلاط یتعین معنے الحدیث فیما ادی الیه اجتهاد ذلک المجتهد مع کونه محتملا للخطاء اذلا خلاف فے ان لایقطع باصابة المجتهد بالکلیة وفیه من المفاسد مالایخفے علی الفطن المتامل فان قیل قدثبت عن السلف بنحو قولهم ان من السنة کذا وهذا نوع من الروایة بالمعنے علے المعنے الذی جعل منکرا یقال بل اخبار بفعل شوهد من النبی صلی الله علیه وسلم من غیر مدخل الاجتهاد فیه . لیکن یہ ادعاء بھی باطل ہے۔ایک فقیہ مجتہد

کی طرف ایسے نادان قول سے بدگمانی کیونکر کی جائیگی جس کے مفاسد کسی ادنی آدمی پر مخفی نہ ہوں اور کیسے ایسے تغیر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ کہنے سے آپ کی طرف غیر فرمودہ کا نسبت کرنے والا نہ ہوگا جس کے بارہ میں وعید شدید ہے اور جب خبر متواتر ہے تو پھر کیونکر ثقات ائمہ متفق علیہم ایسے شخص کو اپنا مستند سمجھ کر اس سے روایت کرینگے پس قائل نے فقط امام ابوحنیفہؒ کی طرف نہیں بلکہ ان سے روایت کنندہ ثقات علماء پر بھی عیب لگایا بلکہ اقرب وہ قول ہے جو ابن خلدون وغیرہ نے لکھا یعنے امام رحمہ اللہ روایت میں اور آنحضرت ﷺ کی طرف کلام کی نسبت کرنے میں کمال احتیاط وادب پیش نظر رکھتے اور غالبا یہ روا نہیں رکھتے تھے کہ معنی روایت کو آپ کی طرف منسوب کیا جائے بلکہ وہی کلام بالفاظہ محفوظ ہونا چاہیے اور مانند اس کے شروط میں پوری رعایت کرتے لہذا بعد میں جب ائمہ رواۃ نے آسانی کردی تو ان کی روایات میں تکثیر ہوگئی۔ فان قلت ما......بلکه...... يقول في القضاء بالبينة كالثابت عيانا وههنالايقول به يقال في القضاء اجراء حكم كماامر الشرع ولاتعلق له بالقطع وعدمه للعلم بالواقع حتى انه ليس القاضي ان يعتقد بانه في نفس الامرعلے ماشهد وابه الاترى اى بطلان حكم القضاء بدليل مافي الحديث ان يكون بعضكم الحن بحجة كمافي الصحاح داماههنا فالمقصود القطع بمافي نفس الامروذلك بالتواتر والشهرة ولذلك قيل خبرالواحد ليس في القطعية كالآيه وحاشاهم ان يريد وابذلك ان ليس الحديث بماهوفي حق اللزوم والتعبد كالآية حتى لو قطع بانه حديث كان كالآية في ذلك بل انما معنى هذاالقول عدم القطع به كالقطعے بمعنے يتعلق بالاسنادفان قيل فيما يقول بوجوب قراة الفاتحة بتمامهااذلادليل عليه الاماجاء من الحديث وهوعلے غير شروطه يقال ان المخى علے غير شروطه لايستلزم عدم القبول مطلقا بل انما يستلزم ضربامن ثبوت هودون ثبوت المتواتر فلذلك اوجب العمل علے غيرشروطه لايستلزم عدم القبول مطلقا بل انما يستلزم ضربا من ثبوت هودون ثبوت المتواتر فلذلك اوجب العمل فيما يوجب ذلك وفرق بين الغرض

والواجب وهذا مما استحسنه بعض شراح المنهاج . علاوہ اس کے قلت روایت کو فضل و کمال ذاتی سے تعلق نہیں کیونکہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے مرویات بہت قلیل ہیں بہ نسبت دوسروں کے رضی اللہ عنہم اجمعین باوجودیکہ ان کے تقدم و فضل پر اجماع ہے۔ وهذا جلي لمن له خلوص نظر الى المقصود من حصول رضوان الله تعالےٰ في جملة الاعمال والافعال وان كان للجدال فيه كثير مجال وان خفي لمن تحير تبسويلات النفس فی تيه الضلال اعاذالله تعالى مع المؤمنين من الخسران في الحال والمال ۔اور مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے عقد الجید میں لکھا کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے زمانہ میں سب سے اعلم تھے حتیٰ کہ امامِ شافعی نے فرمایا کہ فقہ میں سب لوگ ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں۔ راقم کہتا ہے کہ فقہ مسائل عملی یعنے اجتہاد احکام جن کا برتاو جوارح ومشاعر ظاہرہ سے متعلق ہے کا شعبہ فقہ القلب ہے...... پس جس قدر اصل احکم ہو اس قدر فرع اتم ہے اور اصل عین تقوی القلب کا اتم ہے پس یہ لفظ وجیز امام شافعی کی طرف سے شہادت قوی و کامل ہے اور سمجھدار اس کی بہت کچھ قدر جانیگا و من اللہ تعالی عز و جل التوفیق......

اور امامؒ کے فقیہ و عالم علوم للآخرة وطہارة وتقوے وخصائل حمیدہ واخلاق پسندیدہ اور اعراض از دنیا اور رجوع بآخرت وغیرہ فضائل کی طرف خطیب وغیرہم نے باسناد اور پچھلوں نے اعتماد پر تعلیقات بہت سے اکابر وعلماء سے نقل فرمائیں انھیں میں ہیں شداد بن حکیم ومکی بن ابراہیم یعنے ثلاثیات بخاریؒ کے ایک راوی ثقہ حیث قال البخاری حدثنا المکی بن ابراہیم حدثنا یزید بن ابی عبید عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ۔ اور ابن جریج وعبداللہ بن المبارک وسفیان الثوری وعبداللہ بن داؤد احمد بن حنبل وخلف بن مایوب وابراہیم بن عکرمہ مخزومی وشقیق بلخی وابوبکر بن عیاش وابوداؤد صاحب السنن وامام شافعی ووکیع بن الجراح ومعمر بن راشد احد اصحاب الزہری ویحیے بن معینؒ والذہبیؒ فی کتابہ فی مناقب ابی حنیفہؒ والخطیب عن یحیے بن معین عن یحیے بن سعید القطان ویزید بن ہارون وامام مالک رحمہم اللہ تعالی......

اور خطیب نے روایت کی کہ ابن عیینہؒ نے کہا کہ میری آنکھوں نے ابوحنیفہؒ کے مثل نہیں دیکھا اور عبداللہ بن المبارک نے کہا کہ ابوحنیفہ علم وخیر کے کوہ تھے اور وکیعؒ نے کہا کہ ابوحنیفہؒ بڑے امین اور

رضائے الٰہی کو سب پر مقدم رکھنے والے اور راہ خدا میں ہر سختی کے متحمل اگر چہ ان پر تلواریں پڑیں وکی بن ابراہیم سے روایت کی کہ میں نے علماء کوفہ میں سے کسی کو ابو حنیفہؒ سے زیادہ پرہیز گار نہیں دیکھا۔ شعرانیؒ نے میزان کبرے میں لکھا کہ امام ابو حنیفہؒ کے کثرت علم وورع ودقت مدارک واستنباط پر اگلوں وپچھلوں نے اجماع کیا ہے اور ابراہیم بن عکرمہ نے کہا کہ میں نے اپنی عمر میں امام ابو حنیفہؒ سے بڑھا ہوا کوئی علم وزہد وعبادت وتقوے میں نہیں دیکھا۔

راقم کہتا ہے کہ روایات میں اس قدر کثرت ہے کہ لوگوں نے مفرد رسائل لکھے ہیں اور بعضے مانند مؤلف ذہبیؒ وسیوطیؒ کے زیادہ مبسوط ومعتبر ہیں۔ اور امام سیوطی وایک جماعت نے زعم کیا کہ حدیث صحیح مسلم ...... **لو کان الدین عند الثریا لناله رجال من هؤلا وفي رواية من انباء فارس وفي رواية رجل مكان رجال** ۔ اس میں بروایت رجل بصیغہ واحد امام ابو حنیفہؒ اور بروایت رجال مع اصحاب کے محمل صحیح ہیں اور بعضوں نے مع ائمہ حدیث محمل رکھا وھوالاقرب۔ اور جنھوں نے امام ابو حنیفہ وان کے اصحاب کو خارج کر کے دیگر ائمہ کو محمل ٹھہرایا ان کا قول تعصب سے بھرا ہوا ہے اور قابل التفات نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

واضح ہو کہ امام ابو حنیفہؒ کے فضائل میں زیادہ کلام کی ضرورت نہیں جبکہ بقول شعرانیؒ اگلے پچھلے متفق ہیں ولیکن افسوس ایسے لوگوں پر ہے جو اپنے آپ کو امام کا مقلد خیال کرتے ہیں حالانکہ سوائے زبانی گفتگو کے اپنے مقدم وامام کی کسی صفت وخصلت کا تتبع نہیں رکھتے پس اصلی مقدم وقطعی پیشوا آنحضرت ﷺ کی سنن ضائع کرنے میں زیادہ گم ہوں گے اگر چہ اپنے آپ کو عالم سمجھیں۔ کیونکہ تقوے وعلم کا محل قلب ہے نہ زبان ہاں زبانی علم اسی دنیا میں کار آمد ہے۔ ونعوذ باللہ من علم لا ینفع وبقول امام غزالی کے علم الآخرۃ' کا مدار بیوع واجارات وسلم وحیض ونفاس وغیرہ پر نہیں ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات پر رجوع کرنے سے یہ بات خوب واضح ہوجاتی ہے والجدال سید الضلال۔ ہاں طہارت ظاہرہ کے لیے وحرام وشبہات سے تحفظ وحدود الٰہی پر قائم رہنے کے لیے ان علوم کا جاننا ضرور ہے اور اصل اقتدار وتقلید جس سے رضائے الٰہی عز وجل حاصل ہو وہ یہی ہے۔ جس طرح مقتدی وامام نے اس میں سرگرمی ظاہر کی

اور اگر نعوذ باللہ تعالے رضائے الٰہی عزوجل نہ ہو بلکہ اس کا خشم ہو تو ابو حنیفہؒ کیونکر راضی ہو سکتے ہیں اور کیا فائدہ۔ اللھم وفقنا ایانا وجمیع المسلمین الایمان ولما ترضی بہ عنا ربنا ویکون لنا نجاۃ بالآخرۃ وانت مولانا ارحم الراحمین آمین۔

پھر جن لوگوں نے امام ابو حنیفہؒ کے حق میں کلام کیا وہ سب غیر مقبول واہی اقوال ہیں اور بہت سے قول تو بدیہی البطلان ہیں جیسے مرجیہ ہونا وغیر ذلک اور تاج السبکی رحمہ اللہ کا قول بہت پسندیدہ ہے کہ اگلے اماموں کے ساتھ ادب کا طریقہ مرعی رکھنا چاہیے اور ان میں باہم ایک نے دوسرے کو جو کچھ کہا اگر چہ بظاہر طعن معلوم ہو یا جیسے معاملہ ابو حنیفہ وسفیان ثوری رحمہما اللہ تعالی کا یا امام مالک وابن ابی ذئب یا نسائی واحمد بن صالح یا امام احمد وحارث محاسبی وغیرہم تا زمانہ عزالدین بن عبدالسلام وتقی الدین بن الصلاء تو تجھکو ان معاملات پر غور نہیں کرنا چاہیے مگر جبکہ دلیل واضح سے تنبیہ کی جائے اور ان اقوال سے قطعی پرہیز چاہیے کیونکہ بیشتر فہم سے باہر ہیں جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملہ میں سکوت کے سوائے چارہ نہیں دیکھتے ہیں۔ کیونکہ حق تعالے عالم الغیب عزوجل نے بقولہ اولئک ہم الصادقون اور قولہ رضی اللہ عنہم وماننداس کے آیات بینات سے ان کی تحسین فرمائی ہے راقم کہتا ہے کہ ابن حجرؒ نے ابن عبدالبرؒ سے بھی نقل کیا کہ بعض اصحاب حدیث کے حق میں معیوب رکھا کہ انھوں نے امام ابو حنیفہ پر مذمت کا افراط کیا فقط اس بات سے کہ انہوں نے قیاس کو حدیث پر مقدم کیا ہے حالانکہ ابو حنیفہؒ نے سوائے تاویل کے بعض اخبار احاد میں کسی حدیث کو رد نہیں کیا اور ایسا فعل ابراہیم نخعی واصحاب ابن مسعود وغیرہم سے ثابت ہے۔

پھر لکھا کہ علمائے امت میں کوئی نہیں جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کر کے رد کر دے کیونکہ اس سے فاسق غیر عادل ہونا اس پر لازم ہو جائیگا کہاں یہ کہ امام بنایا جائے اور قیاس پر تو فقہائے امصار کا عمل چلا آتا ہے۔ مسند خوارزمی سے عینی وغیرہ میں یہ قطعہ حضرت عبداللہ بن المبارک کی طرف نسبت کر کے لکھا ہے۔

حسدو االفتی اذلم ینالوا سعیه : فالقوم اعداء له وخصوم :

کضرائر الحسناء قلن لوجهها : حسدا وبغضاانه لذمیم :

وفی الكلام اشارات تطمئن النفوس بها عن برودة جهد فيما ليس لها بلاغ اليه الابتوفيق من الله عزوجل ولكل مقام في الوصول الى حضرت الرضوان تحسيده من دونه اوفي درجة اخرى من الصفات وهذا ليس لجسد يعاب عليه كيف وقد علمت جوازه في العلم من قوله عليه السلام لاحسد الافي اثنين وليس العلم الاسبيل الحصول وهذا غاية المقصود منه فليتفكر واياک وان تظن بهم سوء بل محض النصح فے الوصول الى مقامه حيث لايشاركه فيه غيره كالتشخص في المحسوسات مع اتحاد التبوع بل الصنف وقدذكر ابن كثير رحمه الله في التفسير رواية عن عبدالله بن المبارکؒ قطعة املاهاالى من يبلغهاالے فضيل بن عياضؒ مخرجه اے الجهاد في الطوس اولها

۔یاعابد الحرمین لوابصر تنا : لعلمت انک فی العبادةمغبن

:مع ان الناس اطالواالكلام في مدح فضيلؒ فليتامل ۔اورمسند خوارزمی میں اتباع قیاس کے طعن کواچھی تفصیل سے دفع کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ وان کے اصحاب پر اصحاب الرائے کاالزام باطل ہے بلکہ برعکس ہے کیونکہ غایت اتباع حدیث سے ضعیف الاسناد حدیث تک قیاس پر مقدم رکھتے ہیں اقول شارح منہاج البیضاوی نے بھی اس طرح ذکر کیا ہے ثم قال الخوارزمی اور ہمارے بیان کی تصدیق ان وجوہ سے ظاہر ہے۔اول یہ کہ امام ابوحنیفہؒ احادیث مرسلہ کو حجت رکھتے ہیں ۔قلت وافقہ رحمہ اللہ فی ذلک الامام احمد و مالک رحمہما اللہ تعالی والمشھور عن الامام الشافعیؒ عدم قبول المراسیل امامطلقا اوالامر اسیل ابی العالیہ ومالک اوالاماا جمع علیہ علی اختلاف بین الشافعیۃ واللہ اعلم ۔ولذلک قال نقیض الوضوء بالقہقہۃ علے خلاف القیاس الحدیث الاثمی مع انہ مرسل ومضت الشافعیۃ فی المسئلہ علے القیاس ولم تحتجوا بالمرسل مع انہ من جیادالمراسیل عندابی داؤدرحمہ اللہ تعالی ۔ثم قال اوروجہ۔

دوم یہ کہ قیاس چارقسم ہے ایک موثر جواصل فرع میں باشتراک معنے موثر ہومثلا حرمت لواطت برقیاس وطی فی الحیض بعلت اذی اگرچہ حرمت لواطت خود منصوص ہے اور جیسی حرمت بعض مسکرات غیر منصوصہ برخمر بعلت موثرہ سکروغیرذلک من الجلی والخفی۔

اور قسم دوم قیاس مناسب باشتراک معنے مناسب درمیان اصل وفرع۔

اور سوم قیاس شبہ باشتراک مشابہت احکام ظاہرہ درمیان اصل وفرع

اور چہارم قیاس مطرد باطراد معنے میانِ اصل وفرع

پس امام شافعیؒ کے نزدیک جملہ اقسام مذکورہ قیاس مع استصحاب وغیرہ حجت ہیں مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قیاس موثر تو بالاتفاق حجت ہے اور قیاس طرد میں اصحاب حنفیہ مختلف ہیں اور باقی اقسام قیاس بالاتفاق باطل ہیں حجت نہیں ہیں پھر کیونکر کہا جاتا ہے کہ احادیث کے سواء رائے پر عامل ہیں گویا کہنے والے کو معنی اجتہاد اور قیاس سے غفلت ہے اور خالی احادیث سرسری روایت کرنا اور سمجھ لینا معلوم ہے۔

اور وجہ سوم یہ کہ باوجود حجت قیاس کے جب حدیث ضعیف سے معارض ہو تو حدیث ہی کو لے کر قیاس ترک کرتے ہیں چنانچہ حدیث ابن مسعودؓ درباره وضوء از نبیذ تمر کو باوجود ضعف کے لیے لیا اور اسی مورد پر مخصوص رکھا اور دیگر اشربہ میں قیاس پر عمل کیا حالانکہ اشتراک موثر موجود ہے چنانچہ دیگر ائمہ نے قیاس ہی پر عمل کیا ہے۔ میزان شعرانیؒ میں ہے کہ جس نے یہ طعن کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قیاس کو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مقدم کرتے ہیں یہ ایسے شخص سے صادر ہوا جو ابوحنیفہؒ سے تعصب کرتا اور دلیری سے بغیر پرہیز گاری کے ان کی طرف باتیں لگاتا ہے اور اس سے غافل ہے جو اللہ تعالی عزوجل نے فرمایا۔ **ان السمع والبصر والفواد**......الآیہ اور فرمایا۔ **مایلفظ من قول الالدیه رقیب عتید** ۔اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **وهل یکب الناس فی النار علی وجوههم الاحصائد السنتهم** ۔اور ابوجعفر شیرامازیؒ نے بسند متصل روایت کیا کہ ابوحنیفہؒ نے فرمایا واللہ اس شخص نے ہم پر جھوٹ باندھا جس نے کہا کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم کرتے ہیں حالانکہ بعد نص کے قیاس بے فائدہ ہے اور روایت ہے کہ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ہم کو پہونچ جاوے وہ ہمارے سر آنکھوں پر ہے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اور ہم کو اس سے مخالفت کی مجال نہیں ہے اور جو صحابہ سے آئے ہمارے سر آنکھوں پر اور جو تو ابعین سے پہونچے اس میں ہم غور کرینگے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم پہلے قرآن مجید پر عمل کرتے ہیں۔ یعنی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس

کے معنی خوب سمجھ کراس پر عمل کرتے ہیں پھر جب کتاب مجید میں نہیں پاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ڈھونڈتے ہیں پھر جب نہ پائیں تو حضرات خلفائے راشدین یعنی حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم کے قضایا پر پھر بقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قضایا پر......الی آخر ما قال رحمہ اللہ تعالی......

میں کہتا ہوں یہی علم ماخوذ ہے حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے جو معروف ہے اور سیوطیؒ وایک جماعت علماء نے تنصیص کی ہے کہ امامؒ کا ایسا ہی قول جیسا کہ مذکور ہوا صحیح ثابت ہوا ہے اور بے شک بحث اجتہاد وادراک معانی ایک فہم ایمانی ہے جو محض فضل الہی عزوجل ہے اور۔ قد صح فی حدیث علی رضی اللہ عنہ قولہ فهم يعطی لہ فی القرآن اور علماء جانتے ہیں کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تتمہ یا مظہر معانی قرآن پاک ہیں ان میں مغایرت اتنی ہی خیال کرو جتنی اجمال وتفصیل میں سمجھتے ہو پس بسا اوقات معنی ظاہر میں کچھ سمجھتا ہے اور آیات واخبار کے فیض علم اور حکم اشارات کے نور سے معنی حق حاصل کر لیتا ہے۔ اور فتوحات مکیہ میں ابن العربیؒ نے بسند متصل امامؒ سے روایت کیا کہ فرماتے تھے کہ لوگو تم دین الہی عزوجل میں اپنی رائے کی بات سے پرہیز کرو اور ہمیشہ ایسی بات کو لازم کیے رہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے تابع ہے اور جو اس سے باہر ہو وہ گمراہی ہے اور کہتے تھے کہ جو کوئی میری دلیل کو نہ پہچانے اس کو میرے قول پر فتوے دینا حرام ہے اور فرماتے تھے کہ اپنے اوپر سلف رحمہم اللہ تعالی کے آثار لازم کرلو اور لوگوں کی رائے سے بچو اگرچہ وہ اپنی رائے کو کیسے ہی آراستہ کریں کیونکہ حق بات طلب پر ظاہر ہو جاتی ہے اور تم تو صراط المستقیم پر ہو اور فرماتے تھے کہ تم بدعت اور بتکلف نئی بات نکالنے سے بچو اور وہی رسی مضبوط پکڑے رہو جو سلف رضی اللہ عنہم میں تھی اور ایک مرتبہ کلام کے سوال میں فرمایا کہ بدعت ہے۔ تم آثار سلف وان کے طریقہ کو اپنے اوپر لازم رکھو اور ایک مرتبہ سماع حدیث میں فرمایا کہ اس کا سننا بھی عبادت ہے، اور فرمایا کہ لوگ ہمیشہ بہتری میں رہیں گے جب تک ان میں کوئی حدیث طلب کرنے والا رہے گا اور جب وہ علم کو بغیر حدیث کے طلب کریں گے تو تباہ ہوں گے۔ عقود الجواہر الحنیفہ میں ہے کہ امامؒ نے فرمایا کہ لوگوں کی رائے سے مجھے ضعیف الاسناد حدیث زیادہ محبوب ہے واضح ہو کہ ان روایات واقوال سے مع امام کے معروف مذہب کے طریقہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ

بعض لوگوں کے مطاعن ان کے حق میں صحیح نہیں ہیں اور آنکھ بند کر کے بغلبہ نفس وتعصب بیان جدال کرنا لایعنے بلکہ معصیت ہے اور زیادہ موہم اور منشاء جدال چند اقوال ہیں اول وہ جو خطیب نے ذکر کیے ہیں اور در حقیقت ان کے ثبوت ہی میں کلام ہے تو ان سے ایک بزرگ عالم مجتہد صاحب فضائل کے حق میں ان کو مستند ایک منکر فعل یعنی طعن کا جو افعال نفاق وشیوہ منافقین سے ہے قرار دینا محل تعجب ہے حالانکہ برتقدیر ثبوت کے وہی تاویلات جو دیگر ائمہ وثقات کی طرف سے دفع مطاعن میں معروف ہیں بلکہ عامۂ ثقات رواۃ سے دور کرنے میں مشہور ہیں یہاں بھی ضروری تھیں علاوہ بریں خطیبؒ کی طرف سے ان کو طعن سمجھنا بھی غیر ضروری ہے چنانچہ ابن حجرؒ نے کہا کہ خطیبؒ کی غرض ان اقوال کے جمع کرنے میں فقط یہی ظاہر ہے کہ ایک مرد کے حق میں کہنے والوں کی جو کچھ باتیں روایت کیجاتی ہیں ان کو بمقابلہ ان اقوال فضائل کے جو اس کے حق میں ذکر کیے گئے ہیں جمع کردے اور طریقہ مستمرہ اصحاب سنن کے موافق ان اقوال کے اسناد سے کلام نہیں کیا اور اس کا یہ منشا نہیں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی منزلت گھٹاوے اور یہ بات اس کے تصنع سے ظاہر ہے کہ اس نے فضائل بدلائل نقل کیے اور پھر قادحین کے اقوال باسناد ضعیفہ ومجہولہ روایت کردیے اور ظاہر ہے کہ مجروح ومجہول شخص کی اسناد سے جو روایت ہے وہ کسی عام مسلمان کے حق میں روا نہیں رکھ سکتا تو امام ابو حنیفہؒ کے حق میں کیونکر مسلم ہوگی اور اگر ارادہ قدح ہی مسلم کرلیا جاوے تو عینی وفتح القدیر کا جواب کافی ہے جبکہ نظر تقوے سے غافل نہ رہے اور اگر کہا جاوے کہ خطیب ہی پر اعتماد نہیں بلکہ نسائی صاحب سنن نے لکھا کہ ابو حنیفہؒ حدیث میں قوی نہیں ہیں۔ (جاری ہے)

......☆......☆......☆......☆......☆......

امام وخطیب کی شرعی ومعاشرتی حیثیت

مزید اضافوں کے ساتھ نیا ایڈیشن ملک کے تمام معروف مکتبوں پر دستیاب

ہر امام وخطیب کے ذوق مطالعہ کے لئے، ۱۸۴ صفحات، قیمت ۲۰۰ روپے

مؤلف: نور احمد شاہتاز، ناشر: اسکالرز اکیڈمی پوسٹ بکس ۷۷۷۷ گلشن اقبال کراچی

☆ تا تریاق از عراق بیاورند...... مار گزیدہ مردہ باشد ☆